اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامیں۔امراء جماعت کو انکساری اور وحدت پیدا کرنے کی ہدایت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴؍ جولائی ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ (آل عمران ۱۰۳-۱۰۵)

یہ تین آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے یہ قرآن کریم کی سورۂ آلِ عمران کی ۱۰۳ تا ۱۰۵ آیات ہیں۔ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ حق ہے، ایسا خدا سے ڈرو جیسا کہ خدا سے ڈرنے کا حق ہے اور وہ حق کیا ہے وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ہرگز ایسی حالت میں نہ مرو کہ تم مسلمان نہ ہو یا ہرگز نہ مرو مگر ایسی حالت میں کہ

تم مسلمان ہو وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا اللہ کی رسی کو اجتماعی طور پر مضبوطی سے پکڑ لو وَّلَا تَفَرَّقُوْا اور تفرقہ میں نہ پڑو، ایک دوسرے سے الگ نہ ہو۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر فرمائی جبکہ تم آپس میں دشمن تھے فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ وہی خدا ہے جس نے تمہارے دلوں کو آپس میں محبت کے رشتوں میں باندھا۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا اور یہ رشتے ایسے مضبوط تھے کہ تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔ جو پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے ان میں ایک ایسا روحانی انقلاب برپا ہوا کہ وہ بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ منسلک اور متحد ہو گئے وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا تم گویا آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے نجات بخشی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نشان کھول کھول کر تمہارے سامنے بیان فرماتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ اور چاہئے کہ تم میں سے ہمیشہ ایک قوم، ایک امت لوگوں کو نیکی پر بلانے اور برائی سے روکنے پر مامور رہے وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

پہلی آیت میں حَقَّ تُقٰتِهٖ کا ایک تو عام مفہوم ہے کہ جیسا کہ خدا سے ڈرنے کا حق ہے ویسا اس سے ڈرو اور یہ ہر زندگی کے شعبے پر ہر انسانی سوچ پر اور ہر انسانی عمل پر حاوی ہے اور اس بات کا فیصلہ کہ خدا سے کیسے ڈرا جاتا ہے یا کیا حق ہے۔ ایک پہلو سے تو ہر انسان الگ الگ اپنے اپنے علم اور اپنی اپنی عقل اور اپنے مزاج کے مطابق کرتا ہے۔ جو لوگ گناہوں کے عادی ہو چکے ہوں ان کا مزاج سخت ہوتا چلا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے متعلق ان کے تقویٰ پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے یہاں تک کہ ان کے نزدیک خدا سے ڈرنے کا حق سوائے چند ایک کبائر گناہ کے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ جو لوگ نیکی میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں ان کے ہاں تقویٰ کا مضمون باریک راہوں میں داخل ہو جاتا ہے اور ایسی چیزیں جو بعض دوسروں کے نزدیک نیکی کہلاتی ہیں ان لوگوں کے نزدیک وہ گناہ بن جاتی ہیں اور حَقَّ تُقٰتِهٖ کا کچھ اور مفہوم ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھولا جاتا ہے اور یہ مفہوم ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے اور ایک مفہوم دوسرے میں بدلتا رہتا ہے۔ گویا اول مقام پہ جو سفر شروع کیا تھا اس مقام پر جب ان سے پوچھا جاتا کہ تقویٰ کیا ہے تو جو وہ تعریف تقویٰ کی بیان کرتے اس مقام پر

وہ تعریف بہت کچھ بدل چکی ہوتی جہاں ان کا سفر ختم ہونا تھا۔ ہر لمحہ ان کے اوپر خدا تعالیٰ تقویٰ کے نئے مفاہیم کھولتا چلا جاتا ہے۔

پس ان دونوں حدوں کے درمیان بہت ہی وسیع فاصلے ہیں۔ گناہوں کی بھی کوئی حد نہیں ہے سوائے اس کے کہ انسان اس استعداد کی انتہا کو پہنچ جائے جو خدا تعالیٰ نے کسی انسان میں پیدا فرمائی ہے اور چونکہ استعدادیں مختلف ہیں اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ گناہوں کی بھی کوئی حد نہیں۔ بعض لوگ بے انتہا گناہ کرنے کی استعدادیں رکھتے ہیں اور وہ ان استعدادوں کو حتی المقدور پوری طرح استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض لوگ ہیں جن میں گناہ کی استعدادیں کم ہیں۔ تو منفی پہلو سے بھی حَقَّ تُقٰتِهٖ کا مضمون انسان انسان میں بدلتا رہتا ہے اس کی حالت کے مطابق بدلتا رہتا ہے اور مثبت حالت میں بھی نیکی کی استعدادیں اور صلاحیتیں زندگی کے بہت ہی وسیع شعبوں پر پھیلی پڑی ہیں۔ وسیع شعبوں کا لفظ میں اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ ایک اور مضمون کی طرف آپ کو متوجہ کروں۔

تقویٰ کی باریک راہیں ایک انسان کو نصیب ہو سکتی ہیں لیکن اگر اس کی استعدادیں کم ہوں اور زندگی کے کم شعبوں سے اس کی دلچسپیوں کا تعلق ہو تو راہیں باریک ہونے کی بجائے پھر بھی تنگ رہیں گی لیکن بعض انسانوں کو اللہ تعالیٰ بہت ہی وسیع قلب عطا فرماتا ہے، بہت ہی وسیع ذہن عطا فرماتا ہے اور ان کی زندگی کی دلچسپیوں کے امکانات بھی بہت وسیع ہوتے ہیں پس ان کی یہ راہیں بہت کشادہ ہو جاتی ہیں۔ جہاں جہاں ان کی سوچیں جس جس جہت میں جا سکتی تھیں ہر جہت میں تقویٰ کے نئے مفاہیم ان کو ملتے ہیں اور بعض عظیم الشان وجود ایسے ہوتے ہیں جن کا زندگی کے ہر شعبے سے تعلق ہوتا ہے بلکہ زندگی کے علاوہ بھی یعنی انسانی زندگی کے علاوہ بھی حیوانی زندگی تک ان کی سوچیں ممتد ہو جاتی ہیں۔ ان میں جو سب سے اعلیٰ وجود تھا، جو سب سے اکمل وجود تھا اس کا نام محمد مصطفی ﷺ ہے۔ پس آپؐ کو رحمت للعالمین قرار دیا گیا۔ آپؐ کا تقویٰ جانوروں تک بھی ممتد تھا اور وہ باتیں جو ایک انسان دوسرے انسانوں کے متعلق بھی نہیں سوچ سکتا وہ جانوروں کے متعلق بھی آپ سوچتے ان کا احساس فرماتے اور ان کے مطابق انسانوں کو تقویٰ کی تعلیم دیتے تھے۔

پس حَقَّ تُقٰتِهٖ کا یہ مضمون بہت ہی وسیع ہے لیکن جب اس کے معاً بعد یہ فرمایا گیا وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ تو اس مضمون کے خاص پہلو کی طرف بطورِ خاص اشارہ فرما

دیا گیا اور وہ پہلو یہ ہے کہ اپنے تقویٰ کو اپنی زندگی کے ہر لمحے پر حاوی کر دو اگر ایسا کرو تو حَقَّ تُقٰتِہٖ کے مضمون کے مطابق عمل کرنے والے ہو گے۔ یعنی خدا سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ زندگی کا کوئی لمحہ بھی تقویٰ کی چھاؤں سے باہر نہ ہو، تقویٰ کی حفاظت سے باہر نہ ہو کیونکہ موت اپنے اختیار میں نہیں موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور وہ کسی لمحہ بھی موت دے سکتا ہے۔ اس کے متعلق آپ کا فیصلہ نہیں چلے گا بلکہ خدا کا فیصلہ چلے گا۔ پس اگر خدا کے یہ حکم آپ نے ماننا ہے کہ نہیں مرنا جب تک مسلمان نہ ہوں تو چونکہ مرنے کا فیصلہ آپ نے نہیں کرنا خدا نے کرنا ہے اگر کوئی ایسے لمحے میں وفات ہو جائے جو تقویٰ سے عاری تھا تو آپ اس آیت کے مطابق عمل کرنے والے نہیں ہوں گے۔ اس لئے اگر دیانتداری سے اس آیت کے مفہوم کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کے سوا نتیجہ کوئی نہیں نکلتا کہ زندگی کے ہر لمحہ کو تقویٰ کی حفاظت میں لے آؤ۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم نہیں مرو گے جب تک مسلمان نہیں ہو گے۔

اس کی تفصیل ہے پھر آگے ایک اور نئی تفسیر ملتی ہے جو دوسری آیت میں بیان ہوئی ہے۔ فرمایا: وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا۔ بہت مشکل ہے جو پہلی ہدایت ہے اس پر عمل کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے اور شاذ کے طور پر ہی ایسے انسان ملتے ہوں گے جن کی زندگی کا ہر لمحہ تقویٰ کی حفاظت میں ہو، اس کی حدود کے اندر واقع ہو اس لئے اس مضمون کو آسان فرما دیا گیا اور ایک ایسا طریق ہمارے سامنے رکھ دیا گیا جس کے نتیجے میں گویا خدا یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر تم اس شرط کو پورا کرو گے تو وہ تمہیں وفات نہیں دے گا جب تک تمہاری وفات کی حالت مسلمانی کی حالت نہ ہو۔ فرمایا اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اجتماعی طور پر پکڑ لو۔ جماعت میں داخل ہو اور جماعت کے تقاضوں کو پورا کرو اور مضبوطی کے ساتھ جماعت کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ لیکن جماعت کیا چیز ہے؟ فرمایا اللہ کی رسی سے چمٹ جانے والے جماعت بنتے ہیں جو خدا کی رسی سے الگ ہو جائیں ان کو جماعت نہیں کہا جا سکتا۔

پس یہاں پہنچ کر ہمیں مسلمان ہونے کے بغیر نہ مرنے کا ایک طریق سمجھ آ گیا۔ اگر انفرادی زندگی پر ہم ہر لمحے پر پہرے نہیں بٹھا سکتے تو ایسے نیک لوگوں کی معیت میں ضرور داخل ہو سکتے ہیں جن کے متعلق خدا کا عمومی فیصلہ رحم اور فضل کا ہے۔ بحیثیت جماعت جن کو اللہ پیار کی نظر سے دیکھتا

ہے اور جن کے متعلق آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو ایسے لوگوں کی معیت میں بھی ہو ان کو بھی خدا اپنے فضل اور برکتوں سے محروم نہیں کرتا۔

پس یہاں ایسی جماعت مراد ہے جو خدا والی جماعت ہے، ایسی جماعت مراد ہے جس نے اللہ کی رسی پہ مضبوطی سے ہاتھ پکڑا ہوا ہے۔ فرمایا تم بھی شامل ہوتے چلے جاؤ اس جماعت کی برکت سے خدا تمہیں نہیں مرنے دے گا جب تک کہ خدا کی نظر میں تم مسلمان نہیں ہو چکے ہو گے۔

حبل اللہ کیا ہے؟ حبل اللہ کی مختلف رنگ میں تفسیر کی گئی ہے۔ مختلف پرانے مفسرین نے مختلف زاویوں سے اس کو سمجھا دیکھا پرکھا اور بالعموم سب کی نظر اس بات پر گئی کہ حبل اللہ یا تو وہ کتاب ہے، وہ وحی ہے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے یا وہ رسول ہے جس پر وہ وحی نازل ہوتی ہے۔ اس کے سوا آسمان سے تو ہم نے کوئی رسی اترتی نہیں دیکھی جس کے اوپر ہم ہاتھ ڈال دیں اور یہ سمجھیں کہ ہم محفوظ ہو گئے ہیں۔ تو دراصل یہ دو باتیں ہیں ہی نہیں۔ رسالت ہی حبل اللہ ہے۔ اللہ کا رسول اس تعلیم سے رسول بنتا ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے اس تعلیم کے سوا اس کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی اس لئے رسالت اور وحی اور کتاب کو الگ الگ کیا ہی نہیں جا سکتا۔

پس حبل اللہ سے مراد خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا اس کا پیغمبر، اس کا رسول ہے اور اس کی اطاعت میں داخل ہو جانا، اس کی بیعت میں داخل ہو جانا، اس کی غلامی کا دم بھرنا اور یہ کوشش کرتے رہنا کہ اس کی اطاعت سے باہر نہ جایا جائے یہی وہ حبل اللہ ہے جس کی طرف قرآن کریم میں اشارہ فرمایا گیا ہے لیکن یہ حبل اللہ انبیاء کی وفات کے بعد بھی جاری رہتی ہے اور بعض صورتوں میں سب سے اعلیٰ شکل میں نبوت کے بعد خلافت کی صورت میں ملتی ہے اور اس کے بعد اگر خلافت نہ ہو تو پھر مجددیت ہے یا اور خدا تعالیٰ کے ایسے بزرگ اور اولیاء امتوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کے ساتھ تعلق جوڑنا گویا ایک رنگ میں حبل اللہ سے تعلق جوڑنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی حبل اللہ کا ذکر کر کے فرمایا ہے، اس کی تشریح میں فرمایا ہے:۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا یاد کرو اس وقت کو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، جب بھائی بھی بھائی کا دشمن تھا، جب قبیلہ قبیلے کا دشمن تھا اور سارا عرب ایک دوسرے کی دشمنی سے پھٹا ہوا

تھا۔ فرمایا محمد مصطفی ﷺ تشریف لائے اور خدا نے ایسا کیا کہ تمہارے دلوں کو محبت کے مضبوط بندھنوں سے باندھ دیا فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا اسی کی نعمت سے یعنی اللہ کی نعمت سے تم بھائی بھائی بن گئے۔

یہاں نعمت سے مراد نبوت ہے کیونکہ اتمام نعمت ہی کا مطلب نبوت ہے۔ آپ قرآن کریم کا مطالعہ کر کے دیکھیں ہر جگہ نعمت کے کمال تک پہنچے کا نام ہی نبوت ہے۔ تو یہاں نعمت ہی میں حضرت محمد مصطفی ﷺ اور نبوت کا ذکر فرمایا گیا ہے اور واقعۃً بھی یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت ہی کی برکت تھی جس کے نتیجے میں اللہ نے ان پر فضل فرمایا۔ دلوں کو خدا باندھتا ہے دلوں کو انسان نہیں باندھتا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر جو کچھ زمین میں ہے تو خرچ کر دیتا تب بھی ان کے دلوں کو باندھ نہ سکتا یعنی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط نہ کر سکتا۔ یہ اللہ ہی ہے جس کا دلوں پر تصرف ہے اور جس نے دلوں کو جوڑا ہے۔ لیکن کس ذریعہ سے وہ سیمنٹ کیا تھا؟ وہ جوڑنے والا مادہ کیا تھا؟ فرمایا بِنِعْمَتِهٖۤ نبوت کے ذریعے، محمد مصطفی ﷺ کی برکتوں کے ذریعے تمہیں باندھ دیا گیا ہے۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ تم آگ سے بھرے ہوئے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا تمہیں اُس سے خدا تعالیٰ نے نجات بخشی اور اس طرح خدا تعالیٰ کھول کھول کر اپنے نشان بیان فرماتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

اب یہ مضمون شروع ہوا تھا تقویٰ سے اور حَقَّ تُقٰتِهٖ سے کہ تقویٰ کا حق ادا کرو اور اس دوسری آیت کے آخر پر فرمایا ہے کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ کسی آیت کو کسی مضمون کو کھول دیا ہے تمہارے لئے۔ پس دراصل یہ تقویٰ کا ہی مضمون ہے جسے کھولا گیا ہے اور پہلی آیت میں جو کچھ ہدایت دی گئیں تھیں اس کی تفصیل ہے جو دوسری آیت میں بیان فرمائی گئی ہے۔ پس وہ لوگ جو فی الحقیقت تقویٰ کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ متحد ہو جائیں اور خدا کی رسی پر اس مضبوطی سے ہاتھ ڈال دیں گے کہ کسی قیمت پر بھی وہ اس رسی کو چھوڑنا قبول نہ کریں۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا کہ عروۂ وثقیٰ پہ ان کا ہاتھ پڑ گیا لَا انْفِصَامَ لَهَا (البقرہ: ۲۵۷) اب اس عروہ سے وہ ہاتھ الگ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ کوئی کاٹ دے تو کاٹ دے مگر وہ ہاتھ نہیں چھوڑے گا اس عروہ کو۔ پس اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے

جن کو ارتداد کے لئے مجبور کیا جاتا ہے اور اس راہ میں جان دیتے ہیں یہ انہیں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

بہر حال انسان چونکہ کمزور ہے اُسکے زندگی کے مختلف لمحے ایسے آتے ہیں اور ہر انسان کی زندگی میں بعید نہیں کہ ہر روز ایسے لمحے آتے ہوں جو تقویٰ کی حفاظت سے باہر ہوں۔ لاعلمی کے نادانی کے، غفلتوں کے، اپنی طبعی چاہتوں سے مجبور ہو جانے کے لمحے، بہت سی کمزوریاں ہیں جن کے نتیجے میں انسان زندگی میں بارہا تقویٰ سے باہر قدم رکھ دیتا ہے۔ جو نیک لوگ ہیں وہ قدم واپس لے لیتے ہیں پھر کوشش کرتے ہیں کہ باہر نہ جائیں، جن کا رجحان بدی کی طرف مائل ہے ان کے اکثر قدم باہر رہتے ہیں کبھی کبھی وہ تقویٰ کی حفاظت میں بھی آجاتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا بہت ہی مشکل ہے کہ ہم میں سے اکثریت وہ ہے جو اس آیت کے مضمون پر پورا اتر رہی ہے کہ لَا تَمُوْتُنَّ وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ مرنا نہیں جب تک مسلمان نہ ہو۔ اس کا علاج ہے جو یہ بتایا گیا ہے کہ اس خدا تعالیٰ نے جو تمہارے لئے وحدت کی زندگی پیدا فرما دی تفرقے میں سے ایک وحدت کو تخلیق فرمایا، یعنی نبوت کے ذریعے اور خلافت کے ذریعے اس وحدت کی حفاظت کا انتظام فرما دیا، تم اس میں شامل رہنا۔ اُس اجتماع میں اگر تم شامل رہو گے اور یہ فیصلہ کر لو گے اس سے ہمیں باہر نہیں جانا، کسی قیمت پر بھی اس اجتماعیت کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کرنا تو گویا خدا یہ وعدہ فرماتا ہے کہ تم سے یہ رحمت کا سلوک فرمائے گا کہ تمہیں ان لمحوں میں وفات دے گا جب خدا تم سے پیار کر رہا ہو گا۔ ایسے لمحے تو بعض بدوں پر بھی آجاتے ہیں کہ ان کے دل سے ایک نیکی کا چشمہ پھوٹتا ہے گو وہ لمبا عرصہ جاری رہنے والا چشمہ نہیں ہوتا لیکن بعض دفعہ یک لخت جیسا کہ خدا فرماتا ہے پتھروں میں سے بھی چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ سخت دل لوگ جو گناہوں میں مبتلا رہ کر اپنی تمام نرم حالتوں سے محروم رہ چکے ہوتے ہیں ان کے دل میں سختی سختی رہ جاتی ہے، اچانک کسی ایک گوشے سے کسی ایک دبے ہوئے جس طرح بلبلہ سا دبا ہوا ہوتا ہے اس طرح بعض پتھروں میں بھی پانی کے بلبلے باقی رہ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رگیں ہیں کچھ ایسی نیکی کی جو پھوٹتی ہیں اچانک اور ان سے تم چشمے بہتے ہوئے دیکھو گے۔

اسی طرح ہر بد کو بعض دفعہ نیک لمحوں کی بھی توفیق نصیب ہوتی ہے اور بڑے وہ خوش نصیب ہوں گا جو ان لمحوں میں وفات پا جائے اور اسی طرح بہت سے ایسے نیک ہیں جو خواہ نیکی میں کتنا ہی ترقی کر چکے ہوں ان کو بعض بد لمحوں کی بد نصیبی بھی نصیب ہوتی ہے اور بعید نہیں کہ ان لمحوں میں وہ وفات

پا جائیں۔ اس سے حفاظت کا کیا طریق ہے وہ یہی ہے فرمایا خدا کی رسی پہ ہاتھ ڈالے رکھنا اللہ تم سے رحم کا سلوک فرمائے گا اور جو جماعت کے حق میں فیصلہ ہے وہ انفرادی طور پر تمہارے حق میں لکھا جائے گا۔ جس جماعت سے تم وابستہ تھے اگر اجتماعی طور پر وہ متقی ہے اگر اجتماعی طور پر خدا کے نزدیک وہ مسلمان ہے تو جب تک خدا کی تحریر میں وہ جماعت مسلمان ہے تمہارا انفرادی طور پر مرنا بھی مسلمان کے طور پر مرنا شمار کیا جائے گا۔

پس جو لوگ جماعت کے ساتھ بغاوت کر کے باہر نکلتے ہیں اور پیچھے ہٹ جاتے ہیں ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کتنی خطرناک غلطی کرتے ہیں، زندگی کی سب سے خطرناک غلطی ہے۔ وہ خدا کی حفاظت سے باہر چلے جاتے ہیں پھر ان سے وعدہ نہیں ہے کوئی، ان کی موت کا پھر کوئی اعتبار نہیں کہ کس حالت میں آئے۔ اس لئے بہت ہی بڑی اہم بات ہے کہ جماعت متفق اور متحد رہے۔ اور جب ہم خلافت کہتے ہیں تو مراد سارا نظام جماعت ہے اس کو آپ خلافت سے الگ نہیں کر سکتے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **من عصی امیری فقد عصانی** ۔ جس نے میرے امیر کی، میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی و**من عصانی فقد عصی اللہ**۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی (مسلم کتاب الامارۃ حدیث نمبر: ۳۴۱۸)۔ یہی وہ حبل اللہ کا منفی مضمون ہے جو بیان ہو رہا ہے وہی رستہ ہے جس کی آنحضرت ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے کہ خدا کے بعد حبل اللہ تو میں ہوں اور یہ حبل اللہ تم پر ان لوگوں کی ذریعے پہنچے گی جن کو میں نے مقرر فرمایا ہے یا جو میری یا جو میری نیابت کر رہے ہیں۔ پس اگر وہاں تم نے ان سے بے ادبی کا سلوک کیا اور ان کی نافرمانی کی تو یہ سمجھنا کہ تم نے میری کی اور جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ خدا کی اطاعت سے یقیناً باہر ہوتا ہے۔

اس لئے نظام جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا اور ادب اور اطاعت کے ساتھ وابستہ رہنا بہت ہی اہم ہے اور ایک اور پہلو سے بھی اہم ہے کہ وہ لوگ جو حبل اللہ کو چھوڑنا شروع کر دیتے ہیں اور جماعت میں رہتے ہوئے بظاہر ایسے حرکتیں شروع کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں نظامِ جماعت کا رعب کم ہو جاتا ہے، اس کی وقعت کم ہونے لگ جاتی ہے، لوگ اسے تخفیف سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ وہ صرف اپنی ہلاکت کا موجب نہیں بنتے بلکہ ارد گرد اپنے ماحول میں دوسروں کی ہلاکت کا بھی موجب بن جاتے ہیں اور بالعموم ایسی جماعتوں میں پھر افتراق کا رجحان شروع ہو جاتا ہے، پارٹی

بازی شروع ہو جاتی ہے اور ایسی جماعت برکتوں سے محروم رہ جاتی ہے۔

چنانچہ وہ برکتیں جو اجتماعیت کے نتیجے میں نصیب ہوتی ہیں ان کا ذکر اس سے اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے اور اس کو پڑھ کر اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ یہاں جہاں فرمایا گیا ہے یعنی تیسری آیت میں اس میں دراصل یہ مضمون مکمل فرما دیا گیا ہے جس کا آغاز ہوا تھا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ سے۔فرمایا:۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

کہ تم وہ لوگ ہو جو اللہ کی طرف بلانے والے بن گئے ہو، جب تک تم اکٹھے نہ ہو تم اس بات کے اہل نہیں ہو کہ لوگوں کو خدا کی طرف بلاؤ، نیکیوں کی طرف متوجہ کرو اور بدیوں سے باز رکھو۔خدا کی طرف بلانا عملاً انہی دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ خدا کی طرف سے آنے والا یہی دو کام کرتا ہے۔ نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے، بدیوں سے روکتا ہے لیکن اس کا حق تب قائم ہوتا ہے جب خدا کی رسی پر ہاتھ ڈالا ہو۔خدا کی رسی پر ہاتھ ڈالنے سے مراد، جبل اللہ پر ہاتھ ڈالنے سے دوسری مراد یہ ہے کہ اس کا خدا سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔جس طرح ایک تار برقی سے ایک بلب کا تعلق ہو جاتا ہے تو وہ روشن ہو جاتا ہے۔اس میں اس تار کے اندر دوڑنے والی قوتوں کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔تو فرماتا ہے اگر تم جبل اللہ کو پکڑ لو گے تو تمہارے اندر بھی الٰہی صفات کے آثار ظاہر ہوں گے اور تم اس قابل ہو جاؤ گے پھر کہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم دو اور ان کو بدی سے روکو۔ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اس طرح خدمت دین کرنے والے، اس طرح لوگوں کو نیکیوں کی طرف بلانے والے اور بدیوں سے باز رکھنے والے یقیناً کامیاب ہوتے ہیں۔

میرا عمومی تجربہ یہ ہے کہ جن جماعتوں میں وحدت ہے وہاں برکت ہے، وہاں ان کی باتوں میں اثر ہے۔ وہ اپنے ماحول کی اصلاح کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وحدت کے نتیجے میں بے شمار برکتیں ان کو نصیب ہوتی ہیں۔ان کی دعوت الی اللہ بھی قبول کی جاتی ہے لیکن جہاں جماعتوں میں اختلاف ہے وہاں کوئی بھی برکت باقی نہیں رہتی۔نحوست پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے

بلکہ بعض اوقات ایسے دور میں جبکہ باقی جماعتوں کے لئے ابتلا کا دور ہوتا ہے اور بڑا ہی عظیم الشان ابتلا کا دور ہوتا ہے۔ان جماعتوں سے سلوک میں کچھ سزا کا رنگ بھی آجاتا ہے۔وہ ان کی اپنی نا چاقی کی نحوستیں ہیں جو اس ابتلا کے دور میں خدا کی سزا کو کھینچنے لگ جاتی ہیں۔

چنانچہ آپ اگر آفاقی نظر سے جائزہ لیں حالات کا تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جہاں خدا تعالیٰ نے اتحاد عطا فرمایا ہے جماعت کو اور جہاں حبل اللہ کو جماعت نے مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے وہاں اللہ تعالیٰ غیر معمولی حفاظت کے سامان فرماتا ہے اور وہاں ان لوگوں سے کچھ اور سلوک ہو رہا ہوتا ہے خدا کا ان جماعتوں کی نسبت جو ہیں تو محدودِ چند لیکن اس پہلو سے بڑے نمایاں ہیں کہ سفید کپڑے پہ داغ کی طرح ہیں اور اُنہوں نے وحدت کو چھوڑ دیا ہے۔

اس مضمون پہ پہلے بھی میں کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں لیکن یہ مضمون اتنا اہم ہے کہ بار بار آپ کے سامنے لایا جانا چاہئے۔میں نے دیکھا ہے جب کسی مضمون پہ خطبہ دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے چونکہ جماعت متقیوں کی جماعت ہے اسی لئے میں نے کہا کہ جماعت سے وابستہ ہوں گے تو آپ پر جماعت کا لیبل (Lable) لگ جائے گا، یہی مضمون ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ چونکہ جماعت متقیوں کی جماعت ہے۔اس لئے بڑی تیزی کے ساتھ اصلاح کی طرف مائل ہوتی ہے۔حیرت انگیز طور پر دل و جان کے ساتھ پوری محنت اور توجہ کے ساتھ کوشش کرتی ہے کہ ہر بات جو خلیفہ کے منہ سے نکلے اسے پورا کرے۔یہ جو غیر معمولی خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے اندر اخلاص اور ایمان کو پیدا فرمایا اور پھر اس اعلیٰ درجے تک پہنچا دیا، یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعجاز۔یہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر ثریا پہ بھی ایمان چلا گیا تو ان میں سے ایک شخص ہوگا ایک عظیم انسان ہوگا جو اسے واپس لے آئے گا (بخاری کتاب تفسیر القرآن حدیث نمبر: ۴۵۱۸)۔پس یہ جو عظیم الشان ایمان کا مظاہرہ آپ دیکھ رہے ہیں جماعت میں اور اخلاص کا اور محبت کا اور اطاعت کا اور ادب کا یہ سب وہی دراصل حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی پیشگوئی کو عملاً پورا ہوتے دیکھنا ہے۔

بہر حال میرا یہ تجربہ ہے کہ جب بھی توجہ دلائی جائے پھر جماعت فوراً توجہ کرتی ہے لیکن انسان کمزور ہے اور یہی توقع بھی رکھی جاتی ہے کہ بعض دفعہ، کچھ عرصے کے بعد پھر بعض لوگ ان مقامات سے گرنے لگتے ہیں جہاں تک وہ پہلے ترقی کر کے پہنچتے ہیں اور بار بار بعض لوگوں کو توجہ دلانی

پڑتی ہے۔ کچھ کمزور ہیں، کچھ دنیا میں پڑ کے غافل ہو جاتے ہیں۔ بعض جگہ نئے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ نئے قسم کے جذبات سے مغلوب ہو کر لوگ اپنے آپے میں نہیں رہتے اور پھر اختلافات کا بیج بو دیتے ہیں۔ تو یہ وہ اہم مضمون ہے جس کی طرف بار بار وقتاً فوقتاً توجہ دلائی جانی چاہئے۔ خصوصیت سے نئے آنے والے دور سے پہلے تو ہمیں بالارادہ غیر معمولی کوشش کر کے جہاں بھی ہم نے اپنے اتحاد کو کھویا ہے اپنے کھوئے ہوئے اتحاد کو واپس لینا چاہئے۔

بالعموم یہ دیکھا گیا ہے کہ اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے بعض افراد ہوتے ہیں۔ ان کے مزاج میں بعض دفعہ سختی پائی جاتی ہے، بعض دفعہ خود غرضی پائی جاتی ہے، بعض دفعہ ذہنی سطح اتنی نیچے ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کو دیکھتے ہیں تو اس کی برائیاں نظر آرہی ہوتی ہیں جب اُنہی حالات میں سے خود گزرتے ہیں تو ان کی نظر اپنے حالات کا جائزہ لینے کی اہل نہیں رہتی۔ اس لئے ان کو ہر برائی دور دکھائی دیتی ہے اور یہ نظر جو ہے یہ ایسی کمزور نہیں کہ نزدیک کی چیز کو دیکھ ہی نہ سکے، ان کو ہر خوبی اپنے اندر دکھائی دے رہی ہوتی ہے یعنی یہ ایک عجیب قسم کا بھینگا پن ہے نظر کا اور بیک وقت دور کی نظر بھی خراب ہے اور نزدیک کی بھی اور بیک وقت دور کی نظر بھی ٹھیک ہے اور نزدیک کی بھی۔ تو یہ جو تضاد ہے اس تضاد کے نتیجے میں بالعموم فساد پیدا ہوتے ہیں۔ کسی اور سے اور توقع ہے اپنے ساتھ سلوک کرنے میں اور جب خود سلوک کرتے ہیں اس سے تو اس توقع کے بالکل برعکس کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں بھی پھر مختلف لوگ ہیں جو ان میں سے نسبتاً زیادہ خدا کا خوف کرنے والے ہیں جب ان کو ڈانٹا ڈپٹا جائے ان کو سمجھانے کی کوشش کی جائے تو وہ پھر رک بھی جاتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو کنارے تک تو پہنچ جاتے ہیں لیکن آگ میں گرنا کسی قیمت برداشت نہیں کرتے۔ جب ان کو یہ کہا جائے بالآخر کہ بہت اچھا اگر آپ اس ضد پر قائم رہیں گے تو جماعت سے باہر چلے جائیں۔ اس وقت پھر وہ واپس آجاتے ہیں اور یہ اللہ کی نعمت ہے جس کے نتیجے میں ان کے ساتھ یہ سلوک ہوتا ہے ورنہ انسانی کوششوں سے وہ واپس آنے والے نہیں ہوتے لیکن بدقسمتی یہ ضرور ہے کہ شَفَا حُفْرَةٍ ضرور دیکھنا ہے۔ اس کنارے کو ضرور پہنچنا ہے جہاں پہلے وہ آگ میں گرنے والے تھے جہاں سے خدا نے ان کو بچایا تھا دوبارہ آگ میں جھانکنا ان کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے۔ کچھ ایسے ہیں جو بالکل پرواہ نہیں کرتے خدا کی نعمت کا انکار کرنے والے ہیں اور اسی لئے آیت استخلاف میں ایسے لوگوں کے

لئے جو ''کفران'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے وہ ناشکری کرنے والے ہیں اوران لوگوں کو فاسق قرار دیا گیا۔تو بہر حال یہ وہ لوگ ہیں جو پھر اس کنارے سے گر بھی جاتے ہیں لیکن بہت کم ہیں۔ پھر بعض گرنے کے بعد جلنے سے پہلے واپس آنے کی کوشش کرتے ہیں اور اکثر صورتوں میں جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے مقام پر فائز ہے کہ گنتی کے چند افراد کے سوا جو بہت ہی بدنصیب ہوتے ہیں، اکثر خدا کے فضل سے کچھ ویسے ہی بچ جاتے ہیں کچھ ٹھوکریں کھا کر بچ جاتے ہیں، کچھ کنارے سے واپس لوٹ آتے ہیں، کچھ گرنے کے بعد ہاتھ بڑھا کرتے ہیں،اونچا کرتے ہیں کہ ہمیں نکال لو، ہم سے غلطی ہوگئی۔لیکن اور بھی بہت سے اس میں محرکات ہیں اور موجبات ہیں جن کے نتیجے میں جماعت میں اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ جہاں تک بیرونی جماعتوں کا تعلق ہے تربیت کی کمی، نظامِ جماعت سے ناواقفیت اوراسی قسم کے اور بہت سے عوامل ہیں۔

ابھی کچھ عرصہ ہوا ایک نائجیرین ٹیلی ویژن والے انٹرویو لے رہے تھے انہوں نے جب مجھ سے وہاں کے حالات کے متعلق پوچھا تو وہاں کے حالات میں ایک اور بھی وجہ میرے سامنے آئی جو میں نے ان کے سامنے بیان کی کہ دراصل تم لوگ ایک لمبے عرصے سے عیسائیت اور استعماریت کے درمیان فرق نہ کرنے کی وجہ سے بظاہر ایک پہلو سے ان سے وصول کر رہے تھے اور ایک پہلو سے تم سے سب کچھ چھینا جا رہا تھا۔اب تمہیں ہوش آئی ہے کہ ہمارے ساتھ کچھ ہو گیا ہے۔ بظاہر عیسائیت کے نام پر ہمیں نعمتیں دینے آئے تھے لیکن روحانی نعمتیں دینے کے بہانے ہماری ساری جسمانی دولتیں لوٹ کے چلے گئے۔اس لئے تم ہر آنے والے کو، باہر سے آنے والے کو اب شک کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے ہو لیکن تم یہ فرق نہیں کرتے کہ جماعت احمدیہ ستر سال سے تمہارے ملکوں میں کام کر رہی ہے لیکن اس ستر سال میں ایک آنہ بھی تمہارے ملک سے باہر لے کے نہیں گئی۔وہ صرف روحانیت دینے نہیں آئی بلکہ جسمانی لحاظ سے بھی تمہاری حالت بہتر بنانے آئی ہے اور باہر سے روپیہ تمہارے ملکوں میں پھینک رہی ہے۔تو کم سے کم اتنی ہوش تو کرو کہ کسی اور سے سزا پا کر اس کی سزا ہمیں نہ دو۔ پنجابی کا ایک محاورہ ہے کہ گدھے سے گرا اور کمہار کو مارنا شروع کر دیا۔جس گدھے سے گرے ہو اس کو بے شک مارو لیکن ہم تو وہ نہیں ہیں۔ بہر حال وہ بات سمجھ گئے اور وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے اصل صورتحال ان کو معلوم ہوگئی۔تو بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض قوموں میں بعض

نفسیاتی اور سیاسی پس منظر ہیں جن کے نتیجے میں وہ آمادہ ہو جاتی ہیں طبعاً کہ وہ کسی بیرونی آمر جس کو سمجھتی ہیں یعنی حکم دینے والا، دراصل امیر جو ہے وہ تو اپنا حکم نہیں دیتا وہ خدا کا حکم دینے والا ہوتا ہے لیکن اس باریک فرق کو تو باہر والے لوگ نہیں دیکھ سکتے۔

چنانچہ بہر حال وہ اس وجہ سے امیر کو آمر سمجھنے لگ جاتی ہیں اور جب وہ حکمت کے تقاضوں کو چھوڑ کر ان کو بعض احکامات کی پیروی پہ مجبور کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بدک جاتی ہیں، بھاگ جاتی ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے فیصلوں کے اوپر کڑی نکتہ چینی شروع ہو جاتی ہے کہ تمہارا یہ فیصلہ غلط ہے وہ فیصلہ غلط ہے۔ بہر حال یہ ایک لمبی کہانی ہے اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔

میں اس وقت آپ کے سامنے خصوصیت کے ساتھ اب یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ ہر جگہ افراد کا قصور نہیں ہوا کرتا بعض دفعہ امراء کا بھی قصور ہوتا ہے اور اگر افراد کا قصور ہو بھی تب بھی اس قصور کے زیادہ بھیانک نتیجے امراء کے قصور کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ جو بقیہ عرصہ ہے اگلی صدی میں داخل ہونے سے پہلے اس میں میں امراء کو تنبیہ کرنے کے لئے آج یہ خطبہ دے رہا ہوں، تمام دنیا کے امراء جن کے سپرد جماعتوں کی باگ ڈور کی گئی ہے۔

افریقہ کے ممالک میں میرا تجربہ ہے اور میں نے گزشتہ فائلوں کا مطالعہ کر کے بھی دیکھا ہے کہ اگر چہ بظاہر غلطی کا آغاز ایک بغاوت کی شکل میں بعض افراد سے اور بعض افراد کے گروہوں سے شروع ہوا لیکن عملاً اگر امیر متقی ہوتا اور ان کو ان کے حقوق بتاتا اور یہ بتاتا کہ اگر ان کو کوئی تکلیف ہے یا کوئی اختلاف ہے تو اسے کس طرح حل کرنا چاہئے تو ان سے لاعلمی میں وہ حرکتیں سرزد نہ ہوتیں جن کے نتیجے میں وہ جماعت سے باہر نکالے گئے۔ اگر امیر کو یہ احساس ہوتا کہ میں تو ان بھیڑوں پر نگران ہوں اور گڈریا ہوں، بھیڑوں کا مالک نہیں ہوں۔ ایک بھی بھیڑ ضائع ہو گئی تو حضرت محمد مصطفی ﷺ جن کی وساطت سے مجھے یہ امارت نصیب ہوئی ہے، جن کی عطا سے کہنا چاہئے مجھے امارت نصیب ہوئی ہے میں ان کے سامنے جوابدہ ہوں اور وہ میرے نگران ہیں اور بالآخر میں خدا کے سامنے جواب دہ ہوں۔ اس لئے وہ امیر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے ہر فرد کا درد رکھتا ہے وہ آسانی سے یہ بات ہونے ہی نہیں دیتا کہ کوئی انسان آگ کے کنارے تک پہنچ جائے۔ حتی المقدور کوشش کرتا ہے محبت اور پیار سے سمجھا کر کہ کسی طرح ایک ایسا شخص جو غلط فہمی کا شکار

ہوتا چلا جا رہا ہے یا انانیت کا شکار ہو رہا ہے، اس کی اصلاح کرے، اس سے محبت اور پیار کا سلوک کرے، اسے سمجھائے اور بالعموم ایسے امراء جو درد رکھتے ہیں جماعت کا جو برداشت نہیں کر سکتے کہ ایک احمدی بھی ضائع ہو ان کے ہاں اتحاد کی اور شکل ہوتی ہے اور وہ امراء جو بے حس ہوں اس معاملے میں ان کے ہاں اتحاد کی اور شکل ہوتی ہے۔

پھر امیر اور عام صدر میں ایک فرق ہے۔ عموماً صدر تو لوگ خود بناتے ہیں لیکن امیر مقرر کیا جاتا ہے۔ اس لئے اگر صدر غلطی کرے تو لوگوں کے انتخاب کی وجہ سے وہ اس کی ذمہ داری چھوٹی ہوتی ہے۔ اس نے گویا ان کے انتخاب کو جھوٹا کر دکھایا لیکن جب امیر غلطی کرتا ہے تو وہ خلیفۂ وقت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ وہ خلیفۂ وقت کے اعتماد کو ٹھوکر لگاتا ہے اور اس کی غلطی کے نتیجے میں جو گناہ سرزد ہوتا ہے وہ اس معاملے میں بہت زیادہ باز پرس کا اہل ہوتا ہے بنسبت ایک عام صدر کی غلطی کے۔

پھر امیر بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ امیر ہیں جن کو لوگ منتخب کرتے ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ہمارا مشورہ ہے چاہیں تو قبول کریں چاہیں تو نہ قبول کریں۔ آپ جس کو چاہیں مقرر کر دیں گے ہم اسے قبول کریں گے لیکن آپ نے مشورہ مانگا ہے تو ہم یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اس کو یا اس کو یا دو تین آدمیوں کے نام لیتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لو۔ آخر وہ انتخاب خلیفہ وقت کا ہی ہوتا ہے لیکن اس میں ایک حصہ لوگوں کے مشورے کا بھی شامل ہو جاتا ہے لیکن بعض امراء ایسے ہیں جو سلسلے کے کارکن جو غیر ملکوں میں جا کر امیر بنائے جاتے ہیں، ان کی امارت میں مقامی لوگوں کی مرضی کا کوئی بھی دخل نہیں ہوتا۔ کلیۃً باہر سے ہی ان کو حکم ملتا ہے۔ اب ایسی حالت میں آپ اندازہ کریں کہ ان جماعتوں کے اخلاص کا کیا حال ہوگا جن کے اندر عام دنیا میں یہ خیالات بیدار ہوتے چلے جا رہے ہیں اور باہر سے متفرق حرکات ان کو اور حوصلہ دے رہی ہیں کہ غیر قوموں کی اطاعت سے باہر نکلو۔ ہر شخص جو باہر سے آتا ہے وہ چور ہوتا ہے، ہر وہ شخص جو باہر سے آتا ہے وہ تم پر حکومت جتانا چاہتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ایسے امیر سے بالعموم بہت تعاون کرتے ہیں اور ایسے امیر کی اطاعت کرتے ہیں اس کا ہر حکم مانتے ہیں۔ ان کے اخلاص کا اندازہ کریں اور پھر ایک ایسے امیر کا تصور باندھیں جو اس اخلاص کے باوجود ان کو ہاتھ سے کھوتا چلا جاتا ہے اور اپنے اعتماد کو بار بار ٹھوکر لگاتا ہے۔ اپنی امارت جتانے کا اس کو زیادہ شوق ہوتا ہے بنسبت اس کے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت

سے کوئی شخص اپنا تعلق توڑ کے باہر جارہا ہے اور جھگڑا ہی ہر وقت اس کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح میں اپنی امارت جتاؤں، ثابت کر کے دکھاؤں کہ میں امیر ہوں۔ امارت کے آداب سکھانا اس کا فرض ہے، ضروری ہے اس کے لئے کہ ان کی تربیت کرے اور جماعت کے عالمی نظام کا ایک جزو لاینفک بنادے لیکن امارت جتا کر نہیں بلکہ محبت کے ساتھ اپنی امارت کو ان کے دلوں پر حاوی کر کے۔ یہ دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔ اعلیٰ درجے کے امراء، جو جماعت میں پیدا ہوئے اور ابھی بھی ہیں اور آگے آئندہ بھی خدا کے فضل سے پیدا ہوتے رہیں گے، ان کے ہاں آپ کو کہیں بھی امارت جتانے کا کوئی لمحہ دکھائی نہیں دے گا۔ وہاں تو یہ شکل بنتی ہے کہ اپنے احکامات کو حکم کہنے سے وہ شرماتے ہیں یوں لگتا ہے جس طرح بھائی سے ایک عاجزانہ درخواست کر رہے ہیں لیکن آگے ان کی امارت میں شامل احمدیوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اشاروں کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ جدھر اشارہ کرے وہاں آگے بڑھ کر ہم ان کی اطاعت میں اعلیٰ جوہر دکھائیں۔

یہ ہے وہ مضمون جس کو قرآن کریم میں بیان فرمایا کہ تم اِخْوَانًا ہو گئے، تم بھائی بھائی بن گئے۔ پس جو امیر جماعت کو بھائی بھائی نہیں بناتا یا بھائی بھائی بنانے کی کوشش نہیں کرتا یا یوں کہنا چاہئے کہ مقدور بھر کوشش نہیں کرتا وہ یقیناً خدا تعالیٰ کے ہاں پوچھا جائے گا۔

ہم ایسے دور میں داخل ہو رہے ہیں جہاں ہماری ذمہ داریاں بہت تیزی سے پھیلنے والی ہیں۔ بالکل ایک نیا دور آنے والا ہے جماعت کے لئے۔ بہت تیز رفتاری پیدا ہونے والی ہے ہماری ترقیات میں۔ بہت نئے رستے ہیں جو خدا کی طرف سے اب کھولے جارہے ہیں جن کے اندر جب خدا کی تقدیر کی کنجیاں گونجتی ہیں تو میں ان کی آواز سن رہا ہوتا ہوں۔ ایسے رستے ہیں جو خدا دکھا رہا ہے کہ اب اس ملک میں بھی میں تمہارے لئے سامان پیدا فرما رہا ہوں، اس ملک میں بھی تمہارے لئے سامان پیدا فرما رہا ہوں۔ وہ کون لوگ ہیں جو ان ذمہ داریوں کو سنبھالیں گے؟ آج کی امارتیں ہی ہیں جنہوں نے آگے امیر بننے کی صلاحیتیں پیدا کرنی ہیں، جنہوں نے قوموں کو لیڈر عطا کرنے ہیں اگر امیر اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکیں گے اور جماعتیں افتراق کا شکار رہیں گی تو کیسے وہ لوگ پیدا ہوں گے جنہوں نے تمام عالم کو ایک امتِ واحدہ میں تبدیل کر دینا ہے۔ اس لئے چونکہ امتِ واحدہ بننے کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اور وقت قریب آتا جارہا ہے۔ اس لئے بہت ہی زیادہ ضرورت

ہے کہ ہر کوشش کریں، ہر جتن کریں کہ ہمارے تمام اختلافات مٹ جائیں اور جماعت امت واحدہ بن کر اُبھرے تا کہ ہم اگلی صدی میں ایک قوم کے طور پر، ایک ایسی جماعت کے طور پر داخل ہوں جن میں سے ایک جماعت کا تقویٰ ہر فرد کے اوپر مہر بن جائے، ہر فرد جو اس جماعت میں داخل ہو اس پر خدا تعالیٰ کے فرشتے تقویٰ کی مہریں لگا رہے ہوں۔

اس لئے خصوصیت کے ساتھ میں توجہ دلا رہا ہوں کہ ابھی تک گزشتہ تین چار سال میں بار بار کہنے کے باوجود بعض مقامات پر بعض فسادات کے اڈّے قائم ہیں۔ بعض ملکوں میں وہ ذلیل اور کمینی روایات ابھی تک چل رہی ہیں کہ ایک دوسرے کا گلہ کاٹ رہا ہے، ایک دوسرے کے خلاف شکایتیں کر رہا ہے اور پھر ٹولیاں بن بن کے امیر کے خلاف شکایتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر امیر کی طرف سے اس کے ہمنوا جواب دے رہے ہوتے ہیں کہ نہیں قصور فلاں کا ہے فلاں کا ہے۔ میں تنگ آ گیا ہوں ان چیزوں سے۔ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ آپ کے مزاج کی خاطر۔ ساری جماعت کی طرف سے میں تنگ آ چکا ہوں، ہماری جماعت اس بات کو قبول نہیں کرے گی۔

اس لئے امراء کے لئے اب دو رستے ہیں اگر تو ان کے اندر کوئی قصور ہے تو اپنی حالت کو درست کریں اور اپنے تقویٰ کے معیار کو بلند کریں اور سر دھڑ کی بازی لگا دیں اس بات میں کہ ساری جماعت متحد ہو جائے گی۔ یا پھر وہ جو قصور وار لوگ ہیں ان کو نظر انداز وہ کیوں کر رہے ہیں؟ ثابت کریں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قصور وار ہیں اور ہر اصلاح کی کوشش نا کام ہوئی ہے ان کو نکال کے باہر پھینکا جائے گا۔ اگلی صدی میں خدا تعالیٰ اگر توفیق عطا فرمائے تو میرا یہ فیصلہ ہے کہ ہم نے متحد ہو کے داخل ہونا ہے، ہم نے بکھری ہوئی حالت میں داخل نہیں ہونا۔ انشاء اللہ تعالیٰ و باللہ توفیق۔

اس لئے امراء کو میں چھ مہینے کا وقت دیتا ہوں۔ چھ مہینے جو زور لگانا ہے لگا لیں اور دو میں سے ایک رستے کو کھول دیں، واضح کر دیں کہ ہماری کوششوں کے نتیجے میں اب خدا کے فضل سے ساری جماعت واحد جماعت میں تبدیل ہو چکی ہے اور ہمارے دل ایک دوسرے سے مل چکے ہیں، بھائی بھائی ہو چکے ہیں اور ہمارے اندر کوئی تفریق نہیں ہے۔ یا دوسرا پہلو یہ کہ فلاں افراد ایسے ہیں جماعت کے جو نہیں سمجھ رہے اور نہیں باز آ رہے، یہ یہ جتن ہم نے کئے لیکن انہوں نے کوئی اثر نہیں دکھایا۔ ایسی صورتوں میں اُن جماعتوں میں کمیشن مقرر کئے جائیں گے دیکھا جائے گا کہ ہو کیا رہا ہے۔ اگر امیر کو تبدیل کرنے

کی ضرورت پڑی تو امیر کو تبدیل کیا جائے گا۔ اگر چند بیماروں کو اس غرض سے باہر نکالنا پڑا کہ ان کی بیماری کے اثرات دوسروں تک نہ پہنچیں تو ایسا کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔

یہ دونوں فیصلے تکلیف دہ ہیں لیکن میرے کاموں میں یہ تکلیف شامل ہے، میرے منصب میں یہ تکلیف داخل ہے اس لئے میں اس سے گریز نہیں کرسکتا لیکن میں امید کرتا ہوں اگر ہم ساری جماعت دعائیں کرے، اگر امراء انکساری دکھائیں لیکن انکساری کے ساتھ Firmness بھی ہو، اصولوں کا سودا نہ کریں۔ جہاں ان کو خدا تعالیٰ نے مغفرت کا حق نہیں دیا وہاں اپنی نرم دلی کو جماعت کے لئے نقصان کا موجب نہ بنائیں۔ جہاں سختی کے بغیر اور اصولوں میں مفاہمت کے بغیر نرمی کام کرسکتی ہے وہاں اپنی انانیت کو اس نرمی کی راہ میں روک نہ بننے دیں۔ انکساری کے تمام اپنے خداداد جوہروں کو استعمال کریں اور دعائیں کریں تو کوئی بعید نہیں کہ جہاں بظاہر بڑے بڑے فتنے دکھائی دے رہے ہیں وہاں کوئی بھی فتنہ باقی نہ رہے۔

تو بہر حال اس چھ مہینے کے بعد چند مہینے تحقیقات کے بھی لگ جائیں گے تو میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ۸۸ء کے وسط تک جماعت خدا کے فضل سے یہ کہہ سکے گی کہ اب ہم جہاں تک انسانی کوششیں ہوسکتی تھیں امت واحدہ بن چکے ہیں اور اس حیثیت سے اگلی صدی میں ہم داخل ہورہے ہیں کہ تمام دنیا کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے تلے ایک امت کے طور پر اکٹھا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ آپ کریں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کا یہ وعدہ آپ کے حق میں ضرور پورا ہوگا۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ جو اکٹھے ہو کر ایک امت بن کر خدا کی راہ میں نیکیوں کی طرف بلاتے ہیں اور بدیوں سے باز رکھتے ہیں خدا فرماتا ہے أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یقیناً یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہوں گے۔